(غلام گردش)

سماجی فاصلہ

شاہ جی سے دودن قبل ملاقات ہونی تھی۔مگر ہو نہ پائی۔وجہ بالکل عام سی تھی۔کرونا کی وباء جوشائد پاکستان میں ابھی پوری طرح وارد نہیں ہوئی۔ہمارے جیسے لاپرواہ لوگ تو اس بیماری کو کھینچ کر اپنی طرف بلاتے ہیں۔بیماری کو گود لینے کیلئے اسکی طرف بھاگتے ہیں۔اسلیے بھی کہ اس عالیشان ملک میں ننانوے فیصد لوگ اتنی غیر معیاری زندگی گزار رہے ہیں کہ انہیں اس نعمت کے چھن جانے کا کوئی خوف نہیں۔بات ملاقات کی ہورہی تھی جو نہ ہو پائی۔مگر کل ویڈیو فون پر تفصیلی بات ہوئی۔گفتگو کے جزئیات بتانے سے پہلے،شاہ جی کے متعلق بتانا ضروری ہے۔شاہ صاحب بنیادی طور پر ایک ڈاکٹر ہیں۔مگر انہیں اپنے شعبہ سے کوئی دلچسپی نہیں۔انکا کام صرف اور صرف کتابیں پڑھنا ہے۔ہر طرح کی کتب۔سیاسی،مذہبی،سماجی،سب انکی فہرست میں شامل ہیں۔خیال ہوگا کہ وہ صاحب دولت ہونگے۔اسلیے سکون سے پڑھنے جیسے کام میں مشغول ہیں۔نہیں۔صاحب نہیں۔شاہ جی ایک انتہائی سفید پوش طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔انکی اہلیہ مقامی سکول میں ٹیچر ہیں۔بیٹا اور بیٹی دونوں کام کرتے ہیں۔پھر جا کر گھر کا گزارہ ہوتا ہے۔مطلب یہ کہ شاہ صاحب بالکل امیر آدمی نہیں ہیں۔لیکن وہ غریب بھی نہیں ہیں۔انکا ایک چھوٹا سا کلینک ہے،جسے وہ دن میں صرف دو سے تین گھنٹے کیلئے کھولتے ہیں۔پریکٹس درمیانی سی ہے۔مگر جونکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ شاہ صاحب،ایک صاحب رائے انسان ہیں۔وہ صرف دلیل پر بات کرنا جانتے ہیں۔غیر مدلل بات سننے کی تو خیر گنجائش ہی نہیں ہے۔

ویڈیو کال پر دیکھا کہ شاہ جی اپنے گھر کے ایک کمرے میں علیحدہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ماسک،دستانے اور دیگر احتیاط کی ہوئی ہیں۔باتیں شروع ہوگئیں۔موضوع کرونا ہی تھا۔ایک عجیب سا احساس ہوا۔شاہ جی،اس وباء پر بہت خوش نظر آئے۔کہنے لگے کہ اس ملک میں بائیس کروڑ شناختی کارڈ رہتے ہیں۔جو سانس لینے کو زندگی سمجھتے ہیں۔ان میں سے اگر اکثریت دنیا میں نہ بھی رہے تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔دس بارہ سال میں آبادی دوبارہ پہلے جتنی ہوجائیگی۔شاہ جی کی منطق بالکل پلے نہیں پڑی۔وضاحت کی درخواست کی۔تو چڑ گئے۔ڈاکٹر!بائیس کروڑ میں سے اگر اکیس کروڑ نکال دیں تو کیا ہوگا۔کوئی فرق نہیں پڑیگا۔یہ سوچے سمجھے بغیر اسے،قدرت کا انتقام،عذاب یا اسی طرح کا تاریخی نام دیکر تھوڑے دن میں خاموش ہوجائینگے۔شاہ جی،یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔اتنے زیادہ انسان کیوں مرجائیں۔شاہ جی نے ہنسنا شروع کردیا۔ڈاکٹر،یہ بات تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔تم نعروں کی افیم پر زندہ ہو۔انسانی حقوق،مساوات،برابری،قانون کی حکمرانی،عدل اور اسطرح کے بے معنی لفظوں پر یقین رکھتے ہو۔تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اس کرہِ اَرض پر نہ کبھی انصاف تھا،اور نہ ہوگا۔نہ مساوات،برابری،عدل جیسا کچھ تھا اور نہ ہوگا۔قانون کی حکمرانی کبھی ممکن ہی نہیں ہے۔مگر پھر کیا ممکن ہے؟میرے اس سوال سے شاہ جی فون بند کرنے لگے۔بڑی مشکل سے انہیں باتیں کرنے پر راضی کیا۔شاہ جی کا گلہ تھا کہ ڈاکٹر،تم کبھی حقیقت پسند نہیں ہوسکتے۔تمہارے اندر،گمانی بلکہ خیالی دنیا ہے۔مگر دنیا ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔جسکا تمہیں بالکل شعور نہیں۔

غور سے سنتا رہا۔ڈاکٹر،اصل میں دنیا میں صرف دو ہی طبقات ہیں۔دو ہی سوچیں ہیں۔دو ہی ادیان ہیں۔ایک غریب اور ایک

امیر۔دنیا کے پسماندہ ترین ملکوں کو دیکھو۔انکے امیر آدمی تمام دنیا کے امیر آدمیوں سے یکساں ہونگے۔گھانا کا امیر آدمی،سری لنکا کا امیر آدمی یا لندن کا امیر آدمی،انکے رہن سہن میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔انکی رہائش گاہیں بہت بڑی ہونگی۔لباس حددرجہ قیمتی ہونگے۔ گھڑیاں،جوتے اور انڈرویئر تک بیش قیمت ہونگے۔یہ کھانے میں حددرجہ پرہیز کرینگے۔ورزش کرنے کی بھرپور کوشش کرینگے۔بیماری ہوتو یہ دنیا کے مہنگے ترین ہسپتالوں میں جائینگے جنکا عام لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔انکی گاڑیاں بھی عوام سے مختلف،مگر طبقاتی طور پر ایک جیسی ہونگیں۔رولز رائس،فراری،بنٹلے،جیسی کاریں انکو اور انکے بچوں کو ہر طرح سے مختلف بنا دیتی ہیں۔اولاد بھی اسی طبقے میں شامل ہوکر عام آدمی سے مختلف ہوجاتے ہیں۔دولت مند ہونا ایک خاص مائنڈ سیٹ کو جنم دیتی ہے۔ہم عام لوگوں سے مختلف ہیں۔ان سے بہتر ہیں۔ہم ان جیسے نہیں ہیں۔جمہوریت ہمارے جیسے ملکوں میں دراصل امیر آدمیوں کو اقتدار دینے کا دوسرا نام ہے۔یہ بات سنکر مجھے اَز حد افسوس ہوا۔شاہ جی،جمہوریت تو ووٹ کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔عام لوگ حقِ رائے دہی استعمال کر کے کسی کو بھی اپنی قسمت کا مالک بناتے ہیں۔شاہ جی کا جواب تھا۔تمہارے جیسے تصوراتی انسان،دراصل،مسئلہ ہیں۔بلکہ مسئلہ کی جڑ ہیں۔دنیا کی سب سے قدیم جمہوریت یو کے ہے۔وہاں،ہاؤس آف لارڈز کیا ہے؟ہاں،ہاؤس آف کامنز میں تھوڑے بہتے،فٹ پاتھیے،نمائشی طور پر موجود ہیں۔مگر اقتدار کس کے پاس رہتا ہے۔ایٹنز (Etans) اور ہیرو (Harrow) کے فارغ التحصیل دولت مند نوجوان یا بوڑھوں کے پاس۔کیا تمہیں پتہ ہے،کہ ان دو درسگاہوں کی فیس کتنی ہے۔یو کے کا عام آدمی،تو کیا کوئی خاص آدمی بھی وہاں پڑھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔چرچل سے لیکر ٹونی بلیئر،کس طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔جناب،یہ ارب پتی لوگ تھے۔یہ عام آدمیوں کی نمائندگی دے رہے تھے۔لیکن بذاتِ خود ہرگز ہرگز عامی نہیں تھے۔چلو،لندن کو چھوڑ دو۔امریکہ کو دیکھ لو۔انکی ساری سیاست پر امیر ترین لوگ غالب رہے ہیں۔اگر کوئی نو دولتیا غلطی سے آ بھی گیا،تو اسکی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔چند سالوں میں اقتدار دوبارہ دولت مند طبقے کے پاس واپس چلا جاتا ہے۔جارج بُش سینئر،جونیئر اور ڈونلڈ ٹرمپ کیا غریب لوگ ہیں۔نہیں۔یہ غریب لوگوں کے ووٹ سے بنے ہوئے بادشاہ ہیں۔گفتگو کچھ بوجھل سی ہوگئی۔شاہ جی کی باتوں سے مکمل طور پر متفق نہیں تھا۔مگر اب شاہ جی بات کرنے کے موڈ میں تھے۔

انکا رخ پاکستان کی سیاست کی طرف ہوگیا۔میرے لیے یہ سب کچھ سننا کافی مشکل ہو رہا تھا۔تمہارے سابقہ اور حالیہ حکمرانوں کا تعلق بھی امیر ترین طبقے سے ہے۔کیونکہ سوچ،مغرب کے مقابلے میں حددرجہ کرخت ہے۔لہذا ہم بات کو گھما پھرا کر کرتے ہیں۔لیپا پوتی حددرجہ زیادہ ہے۔پاکستان کو مسلمانوں کیلئے بنایا گیا تھا۔مگر اس پر حکمرانی کا حق صرف اور صرف حددرجہ امیر طبقے کو ہی حاصل رہا ہے۔اصلی مسلم لیگ میں،غریب آدمی صرف ووٹ ڈالنے کیلئے پیدا ہوا تھا۔آج بھی یہی صورتحال ہے۔کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔بہتر برس سے بیوقوف بنتے آئے ہیں اور بنتے رہینگے۔آگے چلو۔تمہیں میری باتیں پسند نہیں آ رہیں۔موجودہ یا ماضی کے حکمرانوں کو دیکھو۔یہ کون لوگ تھے۔انکا عوام سے کیا تعلق تھا۔اَل شریف،بھٹو خاندان،اَل زرداری کرکٹ کا دیوتا عمران خان،یہ تمام لوگ طبقہ کے لحاظ سے طاقتور،مشہور اور آسودہ حال تھے۔ہاں کبھی کبھی نمائشی طور پر،لوگوں کو مکمل طور پر بیوقوف بنانے کیلئے،درمیانہ طبقے سے چند بے معنی سے لوگ تلاش کر لیے جاتے ہیں۔مگر انکو حقِ حکمرانی منتقل نہیں کیا جاتا۔انکا فرض ایک ہی ہوتا ہے۔اپنے پیشواؤں کے مالی مفادات

کا خیال رکھنا۔ یہ ایک کھیل ہے۔ جسکی سمجھ لوگوں کو مکمل طور پر ابھی تک نہیں آئی۔ ہاں جنہیں آئی ہے، ان تمام کو کسی نہ کسی طریقے سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے جیسے تمام ملکوں میں اب موروثیت بھی آ چکی ہے۔ شائد ایک بات کا تمہیں بالکل ادراک نہ ہو۔ دنیا کے مقتدر اور امیر ترین طبقے کے اندر مذہب سے لگاؤ حد درجہ نظر آتا ہے۔ قربانی دینے کیلئے نہیں۔ مذہب کو پھر اپنے مالی مفادات کے تسلسل کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ شاہ جی کی آواز میں ایک طعنہ سا آ گیا تھا۔ میں خاموشی سے سن رہا تھا۔ ہاں، اب موروثیت آ چکی ہے۔ اپنے ملک کی مثال لے لو۔ اب اقتدار کی جنگ میں زرداری، نواز شریف، شہباز شریف، سب کو معلوم ہے کہ وہ حکمران دوبارہ نہیں بنے گے۔ مگر وہ اپنی اولاد کو اقتدار تحفہ میں دینا چاہتے ہیں۔ لڑائی، ہرگز ہرگز انکی طاقت میں آنے پر نہیں۔ انکی اولاد کو حکمران بنانے پر ہے۔ تلخ بات یہ ہے کہ جو وہ چاہینگے وہی ہوگا۔ اسلیے کہ پیسہ ہمیشہ سے فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ ہزاروں برس پہلے بھی اور آج بھی۔

شاہ جی کی باتوں میں دلچسپی کم ہو رہی تھی۔ عرض کی کہ جناب آپکے لیکچر کا کرونا سے کیا تعلق۔ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ شاہ جی نے زور سے قہقہہ لگایا۔ ڈاکٹر، اچھا کرونا میں سب سے بڑی احتیاط کیا ہے۔ جواب دیا کہ سماجی فاصلہ! شاہ جی کہنے لگے کہ اَل شریف کا گھر پچیس ہزار کنال کا ہے۔ خان صاحب کا تین سو کنال کا اور زرداری صاحب کے گھر کا طول و عرض بھی اسی طرح کا ہے۔ یہ لوگ تو پہلے ہی سے عام لوگوں سے حد درجہ سماجی فاصلے پر ہیں۔ انہیں کرونا تو ہو نہیں سکتا۔ ہاں، وباء کیلئے درمیانہ طبقہ یا غریب شناختی کارڈ چارہ ہیں۔ تو وہ موجود ہیں اور رہینگے۔ دراصل، ہمارے ہاں، امیر آدمی مرنا نہیں چاہتا اور غریب آدمی جلد از جلد جنت میں جانا چاہتا ہے۔ لہذا بحث کا کوئی مقصد نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں۔ شاہ جی نے فون تو بند کر دیا۔ رات سے یہی خیال بار بار ذہن میں آ رہا ہے کہ کیا شاہ جی کی تمام باتیں بالکل غلط ہیں!

راؤ منظر حیات